پر جاکر بھی حملہ کیا۔ یہ تینوں مُہمیں جو محض آزمائشی حیثیت رکھتی تھیں کامیاب رہیں۔ فوجیں تینوں مقامات سے سالم و غانم واپس گئیں۔

خلافت عثمانی میں اہل عرب سیستان کو سجستان کہتے ہیں۔ اس کو ابتداءً حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ عاصمؓ نے ۲۳ھ میں فتح کیا تھا۔ اس سرزمین کی تسخیر سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ سندھ سے لے کر نہر بلخ تک جس قدر ممالک تھے ان کی فتح کی کلید مسلمانوں کے ہاتھ آ گئی۔ لیکن حضرت عمرؓ کے واقعۂ شہادت کے بعد اہل سیستان نقضِ عہد کر کے باغی ہو گئے اس لئے عہدِ عثمانی میں اس کو دوبارہ فتح کرنا پڑا۔ چنانچہ عبداللہ بن عامر نے جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے عاملِ عراق تھے ربیع بن زیاد حارثی کو سیستان فتح کرنے پر مامور کیا۔ ربیع اس ملک میں داخل ہوئے اور اس کے دارالحکومت اشیر کو فتح کر کے مکران میں آگے قدم بڑھایا۔ اہلِ مکران نے سندھ کے ہندو راجہ سے امداد طلب کی۔ اس نے ایک بڑا لشکر ان کی مدد کے لئے بھیجا مگر اسلامی لشکر نے دونوں فوجوں کو منہزم کیا۔ ربیع نے فتوحات کے جوش میں آ کر عبداللہ بن عامر سے دریائے سندھ کو عبور کرنے کی اجازت طلب کی لیکن انھوں نے حضرت عثمانؓ کی محتاط مصلحت اندیشی کے پیش نظر اس کی اجازت نہ دی۔

عہدِ مرتضوی کی مہم اس کے بعد حارث بن مرہ عبدی نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ سے ہندوستان کی سرحد پر ترکتاز کرنے کی اجازت لی اور لشکر تیار کر کے روانہ ہوئے۔ جب کیکان (یا قیقان) میں پہنچے تو وہاں بیس ہزار جوانوں کا لشکر راستہ روکنے اور لڑنے پر مستعد پایا۔ حارث کے ساتھ صرف ایک ہزار سوار اور کچھ پیدل تھے۔ سخت معرکہ ہوا۔ مسلمانوں نے دورانِ جنگ میں اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ چپ و راست کے تمام پہاڑ گونج اٹھے اور اعداء کے دل دہل گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے پیر اکھڑ گئے۔ یہ فتح ہو رہی تھی کہ اچانک امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ کے جامِ شہادت نوش فرمانے کی خبر پہنچ گئی۔ جب لشکر وہاں سے مکران آیا تو سنا کہ امیر معاویہؓ نے ممالک اسلامیہ کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی ہے۔

بقیہ حاشیہ ۔ اسے ساحل سے کاٹ کر جزیرہ نہیں بنایا تھا۔ یہیں بیچ کی بلند ٹیکری پر ایک عظیم الشان مندر تھا اور یہ ظاہر اسی کی وجہ سے یہ بستی دیبل (دیول یعنی مندر) کہلانے لگی تھی۔

خلافت معاویہ کی یورشیں | ۴۴ھ (۶۶۵ء) میں مہلّب بن ابی صُفرہ نے امیر معاویہؓ کے حکم کے بموجب خشکی کی راہ سے پیش قدمی کی۔ پہلے آہواز کو لیا جو عراق اور فارس کے درمیان خوزستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ وہاں سے فارغ ہو کر مغربی پاکستان کی شمالی مغربی سرحد میں شہر بنّوں اور بنّوں سے لاہور تک آپہنچے اور اس سرزمین کو فتح کر کے حکومت قائم کئے بغیر واپس گئے۔

اب امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن سوّار عبدی کو ہندوستان کی سرحد کا والی مقرر کیا اور کہا کہ وہاں ایک کوہ کیکان ہے جہاں کے گھوڑے بلند قامت و موزوں صورت ہوتے ہیں۔ وہ اس سے پیشتر غنائم میں میرے پاس آچکے ہیں۔ مگر وہاں کے باشندے سخت غدار ہیں۔ پہاڑوں میں پناہ گیر ہو کر اپنے تمرّد و سرکشی کی سزا سے بچ جاتے ہیں۔

عبداللہ چار ہزار سواروں کے ساتھ کیکان آئے۔ اہل کیکان برسرِ مقابلہ ہوئے۔ عبداللہ نے فتح پائی اور وہ بہت سے گھوڑے اور دوسرا مالِ غنیمت لے کر امیر معاویہؓ کے پاس دمشق پہنچے اور چند روزہ قیام کے بعد دوبارہ کیکان کا رُخ کیا۔ لیکن اس مرتبہ اہل کیکان نئی تیاریاں کر کے اور بڑی جمعیت بہم پہنچا کر مقابلہ پر آئے اور پہاڑ کے درّوں کو بند کر کے لشکرِ اسلام کو محصور کرنے کی کوشش کی۔ عبداللہ اپنے لشکر کو خطاب کر کے کہنے لگے "اے مہاجرین و انصار کی اولاد! اعداء کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاؤ اور جامِ شہادت نوش کر کے جنت میں پہنچ جاؤ۔" مسلمان ہر طرف سے گھر چکے تھے۔ عبداللہ بن سوّار شہید ہوئے اور ان کے اکثر ساتھی بھی میدانِ جانستاں کی نذر ہو گئے اور بقیۃ السیف بمشکل جان بچا کر نکل سکے۔

مکران پر عمل و دخل | عبداللہ بن سوّار کے حادثۂ شہادت اور لشکرِ اسلام کی ہزیمت کے بعد امیر معاویہؓ نے زیاد والیِ عراق کو لکھ بھیجا کہ کسی ایسے افسر کو انتخاب کر کے بھیجو جو ہندوستان کی سرحد کے لئے شائستہ و موزوں ہو۔ زیاد نے سنان بن سلمہ ہذلی کو یہاں کا والی مقرر کیا۔ سنان بڑے فیاض، خدا ترس اور عبادت گزار حاکم تھے۔ وہ پہلے افسر ہیں جنھوں نے اپنے لشکر کو ثابت قدم رکھنے کی غرض سے طلاق کی قسم مقرر کی۔ انھوں نے سب سے پہلے مکران فتح کیا جو سندھ کی سرحد پر تھا۔ آج کل مکران کا نصف حصّہ بلوچستان کہلاتا ہے۔ سنان نے پورے علاقے میں نہایت قابلِ تعریف نظم و نسق قائم کیا۔ قصبے آباد کئے اور تمام اضلاع

سے باقاعدہ لگان وصول کیا۔ لیکن اس کے بعد کسی نامعلوم وجہ سے زیاد نے انھیں معزول کر کے راشد بن عمر منذر کو سرحدِ ہندوستان کا حاکمِ اعلیٰ مقرر کر دیا۔

راشد بھی بڑے نیک سیرت اور بزرگ ہمّت حکمران تھے۔ مکران پہنچنے کے بعد ایک دن اپنے عمائد و اعیان کو ساتھ لے کر سنان کی ملاقات کو گئے اور ان سے رابطۂ مودّت استوار کیا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے سنان کو لکھ بھیجا کہ راشد بڑے نیک طینت اور قابلِ قدر بزرگ ہیں۔ ان کے دل میں اسلام کا سچّا درد ہے۔ تم انھیں ہندی سیاست کا تمام پس و پیش اور نشیب و فرازِ سمجھا دو اور سرحد کی لشکر کشی میں ہر طرح سے اُن کو مفید مشورے دو۔ سنان جیسا کہ ہر مسلمان کو ہونا چاہئے نہایت مخلص بزرگ تھے۔ انھوں نے راشد کو نہایت مخلصانہ اور خیر خواہانہ مشورے دئے۔

کیکان پر از سرِ نو یورش

راشد سنہ ۴۵ھ میں سنان کی صلاح اور صوابدید کے مطابق کیکان پر چڑھ دوڑے۔ کیکانیوں نے سخت مزاحمت کی لیکن اسلامی لشکر کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ راشد نے کیکانیوں کو مغلوب کر کے ان سے سالِ رواں کی اور سالِ گزشتہ کی باقی مالگزاری وصول کی۔ آخر ایک سال تک قیام رکھ کر مراجعت کی اور اُن کی جگہ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ سنان بن سلمہ کا دوبارہ تقرر ہوا لیکن اس کے بعد وہ جلد رحلت گزینِ عالمِ جاوداں ہو گئے۔

تسخیر قندھار و کابل

ان کے انتقال پر زیاد نے اپنے بیٹے عبّاد بن زیاد کو سجستان سے ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد پر گتاز ہونے کا حکم دیا۔ وہ رود بارِ سجستان سے ہند مند آئے اور وہاں سے چل کر کش کے مقام پر قیام کیا اور بیابان قطع کر کے قندھار پر حملہ آور ہوئے۔ اہلِ قندھار نے سخت مزاحمت کی۔ آخر منہزم ہوئے اور مسلمانوں نے نقصانِ کثیر برداشت کرنے کے بعد قندھار پر عمل و دخل کر لیا۔ اس کے بعد سنہ ۹۱ھ میں لشکرِ اسلام نے کابل بھی فتح کر کے اسلامی عمل داری میں شامل کر لیا لیکن یہ اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے

شمالی مغربی سرحد کا کامل طور پر مفتوح ہونا

خلیفہ عبدالملک بن مروان اُموی نے سنہ ۷۵ھ میں حجّاج بن یوسف ثقفی کو عراق کا عامل مقرر کیا۔ سنہ ۸۶ھ میں جب اس کا بیٹا ولید تختِ خلافت پر بیٹھا تو اُس نے حجّاج کو تمام مشرقی مقبوضات بھی سپرد کر دئے جن میں مکران اور بلوچستان بھی داخل تھے۔ گو ان ایّام میں عرب

تاجروں کی ہندوستان میں بہ کثرت آمد و رفت تھی مگر اسی کے ساتھ بحری قزاق ہندوستان کے اکثر ساحلوں سے اسلامی جہازوں پر ڈاکے ڈالتے رہتے تھے۔ اس چیرہ دستی کا یہ راز تھا کہ ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد اور ساحلِ سندھ پر مسلمانوں کی حکومت ادھوری ہی چلی آتی تھی۔ آخر یہ سرحد پوری طرح خلیفہ ولید بن عبد الملک کے عہد سلطنت میں محمد بن قاسم ثقفی کے ہاتھ پر مفتوح ہوئی جو حجاج کے چچا محمد بن حکم کے نبیرہ تھے۔

حاکم سندھ سے مسلمات کے رہا کرانے کا مطالبہ

بحر عرب میں ایک چھوٹا سا ہندوستانی جزیرہ مالدیپ کہلاتا ہے۔ مالدیپ کا راجہ رعایا سمیت مسلمان عرب تاجروں کے اثرِ صحبت سے مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ یہاں کے حاکم نے حجاج بن یوسف عاملِ عراق کی خواہش کے بموجب اپنی سرزمین کی چند مسلم خواتین کو جہاز پر سوار کرا کے عراق روانہ کیا تھا۔ یہ خواتین مالدیپ میں پیدا ہوئی تھیں اور ان عرب سوداگروں کی اولاد تھیں جو مالدیپ میں تجارت کرتے تھے اور دنیا سے رحلت کر چکے تھے۔ دیبل کے قریب بحری ڈاکوؤں نے اس جہاز پر چھاپہ مارا اور جہاز میں جو کچھ تھا اس کو لوٹ کر خواتین کو پکڑ لیا۔ اس وقت ایک عورت نے حجاج کی دُہائی دی۔ یہ خبر حجاج تک پہنچی۔ اُس نے سنتے ہی کہا یا لبیک۔ اور سندھ کے راجہ داہر کو لکھ بھیجا کہ ان عورتوں کی رُستگاری کی کوئی سبیل کرو۔

محمد بن قاسم کا تقرر

داہر نے جواب دیا کہ ان عورتوں کو قزاقوں نے پکڑا ہے جو میری دسترس سے بالکل باہر ہیں"، مگر ظاہر ہے کہ یہ جواب کسی طرح معقول نہ تھا کیوں کہ جو حکمران قزاقوں اور غارت گروں کے مقابلہ میں مظلوموں کی داد رسی نہیں کر سکتا اس کو فرمانروائی کا بھی کوئی حق نہیں۔ حجّاج نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں ایک لشکر دیبل بھیجنے کا قصد کیا۔ گو محمد کی عمر اس وقت کلہم سترہ سال کی تھی لیکن حُسنِ تدبیر اور اصابتِ رائے میں بڑوں میں ممتاز تھے۔ اس وقت محمد فارس کی حکومت پر جس کا دار الحکومت شیراز تھا سرفراز تھے۔ حجّاج نے محمد کو سندھ کی ولایت کا پروانہ بھی بھیج دیا اور ساتھ ہی لکھا کہ ایک لشکر خشکی کی راہ سے روانہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے پہنچنے کا شیراز ہی میں انتظار کرو۔ چناں چہ اب حجّاج نے شامی سپاہ میں سے چھ ہزار نبرد آزما اور دوسرے لشکروں میں سے بھی کثیر التعداد اچھے اچھے مردانِ کار منتخب کر کے شیراز روانہ کئے۔ جب یہ

جمیعت شیراز پہنچ گئی تو محمد نے شیراز سے کوچ کیا۔ یہ لوگ شیراز سے مکران پہنچے جو اسلامی عمل داری میں داخل تھا اور چند روز رستانے کے بعد دیبل روانہ ہوگئے دیبل پہنچنے کے بعد وہ جہاز بھی آپہنچے جن میں رسد اور اسلحہ اور کچھ پیادہ فوج تھی۔

دیبل میں جنگی تیاریاں محمد نے لشکر کو مناسب مقام پر اتارا اور خندقیں کھودنے اور مورچے قائم کرنے کا حکم دیا۔ اُس زمانہ میں ہنوز توپ اور بندوق رائج نہیں ہوئی تھی۔ توپوں کی آتشباری کی بجائے منجنیقوں سے سنگ باری کی جاتی تھی۔ عروس نام کی ایک بڑی منجنیق نسب کی گئی جس پر پانسو آدمی کام کرتے تھے۔ جب دیبل کے حاکم کو جو داہر کی طرف سے اِس خطہ کا صوبہ دار تھا اسلامی لشکر کی آمد کا حال معلوم ہوا تو بجائے اس کے کہ مصالحت و مفاہمت کا پیغام بھیجتا لڑائی پر آمادہ ہوا۔

شہر دیبل کی تسخیر دیبل میں ایک بڑا قوی ہیکل بت تھا جس کے اوپر ایک بلند مینار تھا۔ منارے پر کشتی کے سُکان کی مانند ایک شہتیر میں سُرخ جھنڈا آویزاں تھا۔ جب ہوا چلتی تو جھنڈا چاروں طرف لہراتا اور چکر کھاتا۔ منجنیق کے ماہر نے محمد کے حکم سے پرچم کے سُکان کو ہدف بنا کر سنگ باری شروع کی۔ سُکان پہلے ہی گولے سے ٹوٹ گیا۔ سندھیوں پر جھنڈے کا گرنا بہت گراں گزرا۔ قاطبتہً لڑنے کو نکلے۔ مسلمان بھی ان کی طرف بڑھے اور مقابلہ ہونے لگا۔ آخر سندھی مقابلہ کی تاب نہ لا کر منہزم ہوئے اور شہر میں گھس کر دروازے بند کر لئے۔ مسلمان سیڑھیاں لگا کر شہر میں داخل ہوئے اور اس کو فتح کر لیا۔ بت خانہ کے بہت سے پجاری مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور خود حاکم شہر بھاگ نکلا۔ جب پوری طرح اطمینان ہوگیا تو محمد نے پیمائش کرا کے زمین کے قطعات فوج میں تقسیم کئے۔ مسجد بنوائی اور چار ہزار مسلمان یہاں آباد کئے۔ دیبل میں ایک حاکم مقرر کر کے محمد آگے بڑھے۔ اس فتح نے جو ۹۳ھ میں ہوئی سندھیوں کے دلوں میں عربوں کی ہیبت ڈال دی۔

اہل بیرون کی صلح پسندی اب محمد اپنا لشکر لئے ہوئے بیرون پہنچے۔ عہدِ حاضر میں بیرون کا کہیں وجود نہیں ہے لیکن بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ موجودہ شہر حیدر آباد (سندھ) اُسی مقام پر آباد ہے۔ اہلِ بیرون اسلامی لشکر کی آمد سے پہلے ہی حجاج کے پاس قاصد بھیج کر مصالحت کر چکے تھے۔ جب اسلامی لشکر بیرون پہنچا تو

اہلِ شہر خیر مقدم کو نکلے اور رسد پیش کی۔ رؤسائے شہر محمدؒ کو شہر میں لائے اور شرائطِ صلح کی پوری طرح پابندی کی۔ محمد جس راستہ سے گزرے بے فتح کئے ہوئے آگے نہ بڑھے۔ بعض مقامات کے رؤسا از خود آکر باشندوں کی طرف سے صلح کا پیغام دیتے تھے۔

راجہ داہر کا قتل محمد بڑھتے بڑھتے کچھ کے قریب جا پہنچے اور دریائے سندھ کو عبور کرنے کی کوشش کی۔ آخر کچھ کے راجہ راسل کی عملداری کے متصل مشرقی کنارے پر کشتیوں کا پل باندھ کر داہر کی عملداری میں داخل ہوگئے راجہ کو چاہیئے تھا کہ صلح کا پیغام بھیجتا اور عفو تقصیر کا طالب ہو کر پیمانِ مودت استوار کرتا لیکن اس نے مصالحت پر جنگ کو ترجیح دی۔ داہر اور اس کے ارکانِ حکومت اور فوجی افسر ہاتھیوں پر سوار ہو کر مقابلہ کو نکلے۔ انھوں نے داہر کے گرد حلقہ سا باندھ لیا تھا بہت سخت مقابلہ رہا۔ آخر جب داہر نے اپنی فوج کی کمزوری محسوس کی اور ہزیمت کا خطرہ ہوا تو ہاتھی سے اتر پڑا اور پیادہ ہو کر بڑی بہادری سے لڑنے لگا۔ لیکن غروبِ آفتاب سے پہلے مارا گیا اور اس کی فوج بھاگ نکلی۔

برہمن آباد پر عمل و دخل داہر کو منہزم کر کے محمد بمقام راور پہنچے اور اس کو فتح کیا۔ یہاں داہر کی ایک رانی کا محل تھا۔ رانی نے گرفتاری کے خوف سے اپنے مال و متاع میں آگ لگا دی اور پھر اپنی سہیلیوں اور باندیوں کو لے کر آگ میں جل مری یہاں سے محمد برہمن آباد کے قدیم شہر میں پہنچے۔ اسی شہر سے دو فرسخ کے فاصلہ پر بعد کو شہر منصورہ بسایا گیا۔ داہر کی ہزیمت خوردہ فوج برہمن آباد میں آ جمع ہوئی تھی۔ محمد نے حملہ کر کے اس شہر کو بھی بزورِ تیغ فتح کر لیا۔

رور پر تسلط برہمن آباد سے محمد عازم رور ہوئے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارے ملتان سے قریباً ساٹھ کوس کی مسافت پر ایک بڑا شہر تھا۔ راستے میں ساوندری کے باشندے بغرض امان آملے اور صلح کی درخواست کی۔ محمدؒ نے ان کو اس شرط پر امان دی کہ جو مسلمان ان کے پاس سے گزریں وہ ان کے کھانے کا انتظام کریں اور ان کو راستہ بتائیں انھوں نے اس شرط کو قبول کیا لیکن تھوڑے دنوں کے بعد وہاں کے تمام باشندے مشرف باسلام ہوگئے۔ شہر رور جو سندھ کے بڑے شہروں میں سے تھا پہاڑی پر آباد تھا۔ محمدؒ نے یہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کیا۔ کئی مہینے محاصرے میں گزر گئے۔ آخر

اہل شہر نے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ باشندے قتل نہ کئے جائیں اور بت خانوں کو بھی منہدم نہ کیا جائے۔ محمدؒ نے یہ دیکھ کر کہ ان لوگوں کے نزدیک بت خانہ بھی ویسا ہی معبد ہے جیسے یہود و نصاریٰ کے کنیسے اور مجوس کے آتش کدے، اس شرط کو قبول کیا اور ان پر خراج مقرر کرکے شہر میں مسجد تعمیر کرائی۔ رور کی فتح سے سندھ کی فتح پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اور اس کے بعد سندھ باقاعدہ اسلامی قلمرو میں داخل ہوگیا۔

ملتان کا محاصرہ رور سے کوچ کرکے اسلامی لشکر بمقام سکہ پہنچا۔ یہ دریائے بیاس کے قریب ترعلاقے میں ایک شہر تھا۔ محمد نے دریائے بیاس کو عبور کرکے ملتان کے قریب ڈیرے ڈالے۔ اہل ملتان لڑائی پر مستعد ہوئے۔ چنانچہ لڑائی ہوئی اور ملتانی منہزم ہوکر شہر میں جا گھسے اور شہر پناہ کو اچھی طرح مقفل و مستحکم کرلیا۔ مسلمانوں نے ملتان کا محاصرہ کیا۔ جب محاصرہ نے طول کھینچا تو اسلامی لشکر کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ فوج نے بحالتِ اضطرار گدھے ذبح کرکے بقدرِ سدِ رمق کھائے۔

لیکن اس کے بعد منجانب اللہ یہ غیبی تائید و نصرت ہوئی کہ ایک مستامن (طالبِ امن) نے آکر مسلمانوں کو پانی کے اس ذخیرہ کا راستہ بتلادیا جو اہل ملتان کے پینے میں آتا تھا۔ یہ ایک بڑا تالاب تھا جس میں نہر بسمد کا پانی جمع ہوتا تھا۔ مسلمانوں نے اس تالاب پر قبضہ کرلیا۔ جب شہر والے پیاس سے بے چین ہوئے تو اطاعت پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ لشکرِ اسلام شہر پر قابض ہوگیا۔

سونے کی کثیر مقدار پر دسترس ملتان کے بت خانہ میں ۱۰×۸ گز کا ایک کمرہ تھا جس میں بت خانہ کے چڑھاوے جمع کئے جاتے تھے۔ کمرہ چاروں طرف سے بند تھا اور صرف چھت میں ایک بڑا روزن رکھا گیا تھا جس سے چڑھاوے کمرے میں ڈال دئے جاتے تھے۔ اہلِ ملک بت خانہ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اس کی زیارت کو آتے اور سر اور ڈاڑھیاں منڈوا کر اس کا طواف کرتے تھے۔ اس بت خانہ سے سونے کی کثیر مقدار فاتحین کے ہاتھ آئی۔ جب حجاج کو اس غنیمت کی اطلاع ملی تو اس نے حکم بھیجا کہ مہم کے جملہ مصارف اور تمام غنائم کا حساب کرایا جائے۔ چنانچہ حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس پر

چھ کروڑ درہم خرچ ہوئے اور بارہ کروڑ دراہم ہاتھ آئے۔ فتح ملتان کے بعد اہلِ نیلما اور باشندگانِ سُرست نے بھی اطاعت کرلی۔

اس کے بعد محمد نے کیرج پر لشکرکشی کی۔ یہ شہر سندھ اور گجرات کاٹھیاواڑ کے درمیان موجودہ ریاست پالن پور کے قریب واقع تھا۔ کیرج کا راجہ دوہر مقابلہ پر آیا لیکن شکست کھائی اور مسلمان مظفر و منصور ہوئے لیکن یہاں پہنچ کر محمد کا سمندِ فتوحات رک گیا کیونکہ اِس وقت انھیں وطن چھوڑے ہوئے اور سرزمینِ سندھ پر ترکتازیاں کرتے قریباً تین سال گزر چکے تھے اور اُن کے چچا حجّاج بن یوسف نے بھی ۹۵ھ میں امانتِ حیات حیات آفریں کے سپرد کر دی تھی۔

محمد کی معزولی | حجّاج بن یوسف کی رحلت کے بعد اس کا خدا ناترس جانشین بجائے اس کے کہ اسلام کے اس لائق فرزند کا احسان مند ہوتا اور قدرشناس رہتا اس نے حجّاج کے ایک فعل کا بدلہ اس کے جرم ناآشنا لائق بھتیجے سے لینا چاہا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی موت کے بعد سلیمان بن عبدالملک ۹۶ھ میں سریرِ خلافت پر متمکن ہوا خلیفہ سلیمان نے حجّاج کی جگہ پر عراق کی حکومت صالح بن عبدالرحمٰن کے عنانِ اختیار میں دی اور یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا عامل مقرر کیا۔ صالح بن عبدالرحمٰن کا بھائی آدم بن عبدالرحمٰن مذہباً خارجی تھا جس کو حجّاج نے نہنگِ شمشیر کے حوالے کر دیا تھا اور صالح کے دل میں حجّاج کے بھتیجے محمد بن قاسم کے خلاف جذباتِ بغض و کینہ موج زن تھے۔ اس لئے صالح نے یزید بن ابی کبشہ عامل سندھ کے پاس حکم بھیجا کہ محمد بن قاسم کو اسلامی لشکر کی قیادت سے علیحدہ کر کے میرے پاس عراق بھیج دو۔ یہ حکم سن کر محمد عراق چلے گئے اور نہ صرف سندھ کے مسلمانوں نے بلکہ ہندوؤں نے بھی محمد کے جانے کا بہت غم کیا اور لوگ ان کے فراق میں روئے یہاں تک کہ کیرج کے ہندوؤں نے محمد کی شبیہ یعنی مورتی بنا کر رکھی

عَلَمِ خودسری بلند کرنے والوں کی دوبارہ اطاعت | یزید بن ابی کبشہ سندھ کا عامل مقرر ہو کر آیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کی مٹی اسے یہاں کھینچ لائی تھی چنانچہ وہ یہاں پہنچنے کے اٹھارہ ہی دن بعد نہنگِ مرگ کے منہ میں چلا گیا اور خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اس کی جگہ حبیب بن مُہلّب کو سندھ کا عامل مقرر

کیا۔ محمد کی روانگی کے فوراً بعد داہر کا بیٹا جیسیا برہمن آباد پر قابض ہوگیا تھا۔ اب حبیب دریائے سندھ کے کنارے اترا اور رور کے باشندوں نے اس کے سامنے سرِ انقیاد خم کر دیا۔ اس کے بعد حبیب نے ان تمام رؤسا کو جنھوں نے محمد کی روانگی کے بعد علَم خودسری بلند کیا تھا از سرِ نو مطیع کیا۔

خلیفۂ راشد کے تبلیغی خطوط | سلیمان بن عبدالملک کی رحلت پر جب خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ۹۹ھ میں سریر خلافت کو زینت بخشی تو انھوں نے عمرو بن مسلم باہلی کو سندھ کی امارت پر سرفراز فرمایا اور سندھ اور ہندوستان کے بعض دوسرے حکمرانوں کو خطوط لکھے جن میں اسلام کی خوبیاں اور سعادتمندیاں بیان کر کے ان کو قبولِ اسلام کی دعوت دی اور لکھا کہ اگر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ گے تو تمھاری حکومت و ریاست سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا اور تمھارے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں۔ اہلِ ہند حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سیرت اور دین اسلام کا حال اچھی طرح سن چکے تھے اس لئے جیسیا اور دوسرے متعدد راجہ بطیب خاطر دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ عمرو بن مسلم نے بھی بعض بلادِ ہند فتح کر کے اسلامی عملداری میں داخل کئے۔

جُنید کی گورنری | ۱۰۵ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک مسند نشین خلافت ہوا۔ اس نے جُنید بن عبدالرحمن قسری کو سندھ کی گورنری پر مامور کیا۔ جُنید نے سندھ پہنچنے کے کچھ دنوں بعد گجرات کاٹھیاواڑ پر لشکر کشی کی اور اس کے بعض حصوں کو فتح کیا۔ جنید نے ایک لشکر اُجین بھیجا۔ اسی طرح ایک دستۂ فوج حبیب بن مُرّہ کی قیادت میں مالوہ روانہ کیا۔ ان دونوں مہموں میں بعض جزوی کامیابیاں ہوئیں۔ جُنید بڑے سخی تھے۔ ان کے پاس جو گیا کبھی خالی ہاتھ واپس نہ آیا۔ جنید کا یہ مقولہ آبِ زر سے لکھا جانے کے قابل ہے کہ اَلْقَتْلُ فِی الْجَزَعِ اَکْرَمُ مِنْہُ فِی الصَّبْرِ (مردانہ وار قتل ہو جانا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دینے سے گراں قدر ہے) جنید کے بعد تمیم بن زید عتبی کو حکومت سندھ کا پروانہ ملا۔ ان کے عہد حکومت میں ہندوستان کے بعض علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئے۔

حَکم بن عوانہ کی حکومت | تمیم کے بعد حَکم بن عوانہ سندھ کے والی ہوئے۔ تمیم کی حکومت میں مسلمانوں کے جن علاقوں پر دشمن غالب ہوگیا تھا حَکم نے ان سب کو واپس لیا۔ حَکم نے دریا پار ہند کے سرحدی مقام پر ایک شہر بسا کر عربوں کو اس میں جمع کیا اور محفوظہ اس کا نام رکھا۔ حَکم کے ساتھیوں میں فاتح سندھ محمد بن قاسم کے فرزند عمرو بن محمد بھی تھے۔ حَکم مہماتِ امور میں ان سے مشورہ لیتے اور انہی کی رائے پر چلتے تھے۔ عمرو بن محمد نے برہمن آباد سے دو فرسخ پر ایک نیا شہر

بنام منصورہ آباد کیا۔ لوگوں نے حکم بن عوانہ کی حکومت کو بہت پسند کیا۔ رعایا ان سے بہت خوش تھی۔

ہشام بن عوانہ کی گورنری اس اثنار میں خلفائے بنی امیہ کی خلافت کا دور ختم ہو گیا اور خلافت اسلامیہ بنو عباس کو منتقل ہو گئی۔ پہلے سندھ کے گورنر دمشق سے مقرر ہو کر آیا کرتے تھے اب بغداد سے آنے لگے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے ۱۴۲ھ میں بغداد سے سندھ کا جو پہلا گورنر بھیجا وہ ہشام بن عمرو تغلبی تھا۔ ہشام نے بہت سے نئے علاقے جو ابتک زیر نگیں نہیں ہوئے تھے فتح کیے اس نے جنگی جہازوں کا ایک بیڑہ عمرو بن جمل کی سرکردگی میں گجرات کے مغربی ساحل نارند کی طرف بھیجا اور خود ہشام شمالی مشرقی گوشے کی جانب روانہ ہوا اور کوہستان اور کشمیر تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد ملتان کو جس نے اس سے پیشتر علم بغاوت بلند کر دیا تھا مسخر کر لیا۔ ہشام کے دورِ حکومت میں ہندوستان کی اسلامی حکومت کو بڑا استحکام نصیب ہوا۔ اس نے ملک کی اندرونی شورشوں کا قلع قمع کر دیا اور ملک خوشحال ہو گیا۔ لوگ ہشام کی حکومت کو بہت بابرکت خیال کرتے تھے۔

مامون کے دورِ خلافت میں خلیفہ مامون عباسی کی حکومت میں ایک حریت یافتہ غلام فضل بن ماہان سندھ کا عامل مقرر ہوا۔ اس نے ایک شہر موسوم بہ سندان فتح کیا جو موجودہ بمبئی سے ۸۸ میل بجانب شمال علاقہ کچھ کا ایک آباد اور پُر رونق شہر تھا۔ رائج الوقت نقشوں میں یہ مقام سینٹ جان کے نام سے مذکور ہے اس سے تین میل کے فاصلے پر عنبر نام کی ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔ فضل بن ماہان نے سندان فتح کر کے خلیفہ مامون کو اس کی اطلاع دی اور ایک ہاتھی بطور تحفہ بھیجا۔ فضل نے یہاں ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی جس میں مامون عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

خلافت معتصم باللہ میں خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں عمران بن موسیٰ سندھ کے حکمران تھے۔ عمران نے علاقہ قیقان پر حملہ کر کے وہاں کے سرکش جاٹوں کو مغلوب کیا اور اس سرزمین میں بیضا نام کا ایک شہر آباد کیا۔ اس کے بعد عمران نے بحری ڈاکوؤں پر لشکر کشی کر کے سیکڑوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عمران نے دریائے سندھ کا پانی روکنے کے لئے ایک بڑا بند بھی بنوایا جس سے زراعت کو بڑا نفع پہنچا۔

اسلام اِن موڈرن ہسٹری

ایک باب کا ترجمہ

پروفیسر ڈاکٹر ڈبلو، سی ، اسمتھ

مترجم

(جناب ضیاء الحسن صاحب فاروقی ایم۔ اے)

(۳)

عرصہ ہوا جب (مولانا) حسین احمد مدنی رح نے یہ کہہ کر کہ ہندوستان ہندی مسلمانوں کا قومی وطن ہے اقبال (مرحوم) کو مشتعل کر دیا تھا اور انھوں نے اس کا جواب اپنے اشعار میں بڑی حقارت کے ساتھ دیا تھا۔ ان کو اس بات پر اصرار تھا کہ مسلمان کسی قومیت کے پابند نہیں، ان کی قومیت اسلام ہے[1] —— وہ جذبہ اور وہ یقین جسے اقبال (مرحوم) نے ظاہر کیا تھا مسلمانوں کی رگ رگ میں رچ بس گیا (اور ان کی طرف سے وہ ردِّ عمل ظاہر ہوا جس کی بنیاد صدیوں پرانی روایات پر تھی) لیکن حالیہ واقعات نے اس جذبہ اور یقین کو ہلا دینے کا کام شروع کر دیا ہے۔

اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ جوش اور انیس جب ہندوستان سے بھاگ کھڑے ہوئے تو مسلم لیگی طرز کے اخباروں نے ان کے اس رویّے کی مذمت کی۔

۱۹۴۷ء کے بعد خاصی مدت تک بہت سے ہندوستانی مسلمانوں نے اپنی مدد یا نجات کے لئے کسی بیرونی طاقت کی طرف دیکھنے کی پرانی عادت کو برقرار رکھا۔ انگریزی حکومت، پان اسلام ازم اور دیسی راجاؤں اور نوابوں کا سہارا لینے کا رجحان اب بھی برقرار رہا اور وہ اپنی مشکلوں کے حل

[1] ملاحظہ ہو ارمغان حجاز (لاہور۔ ۱۹۳۸ء) میں وہ نظم جس کا عنوان ہے "حسین احمد" (د) دونوں بزرگوں میں بعد میں بھی اور اخباری خط وکتابت ہوئی اس کے چند خطوط کا مجموعہ پمفلٹ کی شکل میں اس عنوان کے ساتھ [illegible] نظریۂ قومیت۔ مولانا حسین احمد صاحب مدنی و علامہ اقبال، ڈیرا غازی خان (تاریخ اشاعت کوئی نہیں)

کے لئے پاکستان، اقوامِ متحدہ یا ایک غیر معلوم طاقت کی امداد کا انتظار کرتے رہے۔ مزید براں دبی دبی یہ امید بھی تھی کہ شاید خدا یکایک اس صورت حال کو بدل دے۔ اس رجحان میں بھی حالات کی رفتار کو بڑا دخل رہا ہے

خود اعتمادی سے محرومی اس شکل میں ظاہر ہوئی کہ مسلمانانِ ہند ہاتھ پر ہاتھ دھر کر ہندوؤں کے جذبۂ خیر سگالی کا سہارا ڈھونڈنے لگے۔ اکثریت کا غلبہ نمایاں رہا ہے اور اس کا جذبۂ ہمدردی اقلیت کی بھلائی کے لئے ضروری۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مسلمان جبکہ وہ خوف اور ناگزیر مخالفت اور دشمنی کے احساس سے بالاتر ہو کر کچھ کر سکتے تھے، بے حس وحرکت پڑے رہے اور دوسروں کی خیر سگالی کا پُر امید انتظار کرتے رہے۔ وہ آگے نہیں بڑھے کہ ملک کی ان سیاسی، معاشی، نظریاتی اور اداراتی طاقتوں کا جائزہ لیں اور انھیں مضبوط بنائیں جو انسانوں کو فرقہ وارانہ تنازعات اور اختلافات کی تنگ نائیوں سے نکال کر محبت، ہمدردی اور ہم آہنگی کی وسعتوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ پھر بھی اس میدان میں بھی حقیقی صورتِ حال غیر متحرک نہیں رہی ہے، آزادی اور جمہوری عمل اور ردِّ عمل کے متحرک اثرات نے انھیں حیاتِ نو کے کھیل میں شریک ہونے کے لئے اکسایا ہے۔

ہندوستان کے مسلمان ہندوستان کے شہری ہیں، آج کی دنیا میں یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بے شمار مسائل کے باوجود ہندوستان عصرِ حاضر کے ان مراحل سے گذرتا ہوا معلوم ہوتا ہے جن کا تعلق معاشی، تکنیکی، سماجی اور تہذیبی ترقی سے ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمانانِ ہند کا شاید سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کس طرح اپنے ملک کی معاشی ترقی میں سہیم و شریک ہوں۔ ہندوؤں کے تعصب یا ان کی پستی کی وجہ سے اس سلسلہ میں ان کی شرکت کا سوال نازک ہو گیا ہے۔ جب تک اس ملک میں بے روزگاری کا مسئلہ باقی ہے، بے روزگار مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کے اندیشے زیادہ ہیں۔ یہ مسئلہ جوں جوں حل ہوتا جائے گا، ہندوستان کی ترقی مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہوگی۔

پس مجموعی طور پر، واقعات کی رفتار نے مسلمانوں میں اس رجحان کو ترقی اور تقویت دی ہے کہ وہ قریب آکر حیاتِ تازہ کی حقیقتوں سے نبرد آزما ہوں۔